تحقیقی مجلہ تصدیق
جلد ۰۲ شمارہ ۰۶، ۲۰۲۴

Article

The Proclamation of Kalimatullah and Allama Iqbal

اعلائے کلمۃ اللہ اور علامہ اقبال

Dr Sadia Irshad
Assistant Professor Urdu, Govt. Graduate College for Women, Peoples Colony No 2, Faisalabad
Correspondence: sadiaramay786@gmail.com

ڈاکٹر سعدیہ ارشاد
اسسٹنٹ پروفیسر (صدر شعبہ اردو) گورنمنٹ گریجوایٹ کالج فار وومن پیپلز کالونی نمبر ۲، فیصل آباد

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210
DOI:https://doi.org/10.56276/zxfj2665
Received:16-09-2024
Accepted:24-09-2024
Online:26-09-2024

Copyright: © 2024 by the authors.

This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT

From the very beginning, the proclamation of Allah's words has been the primary obligation of man, and a series of Prophets completed this task. Still, the revivalists and promulgators of Allah's message have been on the verge of the history of Islam periodically. One of them is Dr. Muhammad Iqbal, who promulgated the Islamic teachings through his unique style of poetry for the revival of Islamic teachings. The basic inclination of Iqbal is towards the pronouncement of Allah's message to Muslim as well as non-Muslim societies. His entire poetry is influenced by the idea of Islamic relativism. By different figures of speech, including similes, metaphors, and symbolism, Iqbal pointed out the new meanings related to the proclamation of Allah's message. The purpose of this article is to explore the implications of Iqbal's poetry.

KEYWORDS: Iqbal, Allah, Kalima, Revivalism of Islamic Thoughts, Symbolism, Ideological reconstructions

ربِ کائنات نے تمام انسانوں کی ہدایت کے لیے مختلف انبیائے کرام کو اس دنیا میں بھیجا اور جب سلسلہ نبوت پر شاہِ لولاک حضرتِ محمد مصطفیٰؐ کی صورت میں مہرِ تکمیل ثبت کر دی تو علمائے کرام، فلاسفہ خیر اور صاحبانِ حکمت و دانش کے ذمے احیائے کلمۃ اللہ اور اعلائے کلمۃ اللہ کا فریضہ سونپ دیا۔ امتِ مسلمہ میں چودہ سو سال کے عرصے میں مجددینِ اسلام اور مجتہدینِ

اسلام کی بعثت کا سامان کرتے ہوئے باری تعالیٰ نے اسلام کو ہر دور کے فکری انقلابات میں قیوم و ثابت رکھا۔ بیسویں صدی میں مجتہدینِ اسلام کی اسی عظیم الشان اور متبارک سلسلے کی ایک کڑی علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ ہیں جنھوں نے اسلامی نظامِ فکر کو انقلابی تشکیلات سے متشکل کرکے ایک خطے کی غلام امتِ مسلمہ کی تنظیم نو اس انداز سے کی کہ اس میں حریتِ فکر و عمل کی روح بیدار ہوئی اور اس نے غلامی کی زنجیروں کو توڑ ڈالا۔

علامہ اقبالؒ بیسویں صدی کی وہ واحد شخصیت ہیں جو رمزِ ایمانِ حیدریؓ کو عوامی سطح پر سمجھانے میں کامیاب ہوئے تھے۔ انھوں نے ایک نئے جوش، ولولے اور علمی اجتہاد سے امتِ مسلمہ میں انقلابِ نو کی روح پھونکی، یہی وجہ ہے کہ اقبال مذہب و معاشرت اور علم و حکمت کے تمام شعبوں میں ایسے انقلاب کا آرزو مند ہے جو پوری دنیا میں اعلائے کلمۃ اللہ کا سبب بنے۔ اسی پس منظر میں ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم نے بجا طور پر "فکرِ اقبال" میں کہا ہے:

> "اقبال کی تمام شاعری اور اس کے افکار اور جذبات پر جو چیز طاری معلوم ہوتی ہے، وہ تمنائے مشرق و مغرب دونوں سے بے زار ہے۔ دونوں طرف زاویۂ نگاہ اور نظریہ حیات اس کو غلط معلوم ہوتا ہے۔ تمام موجودہ زندگی پر اس کی تنقید مخالفانہ ہے، وہ صرف ملت اسلامیہ ہی میں نہیں بلکہ تمام دنیا میں اور اس کے ہر شعبے میں انقلاب کا آرزو مند ہے۔"(۱)

علامہ جس انقلابِ فکر کے حامی ہیں اس کی منتہائے مقصود اعلائے کلمۃ اللہ ہے اور احیائے فکرِ اسلام ہے۔ وہ اسلام کی جدید تقاضوں سے ہم آہنگ تصریحات کو قرآن کے دائرہ کار میں رہ کر کرتے ہیں اور تقلید کے بجائے اجتہاد پر زور دے کر جامد و ساکن فکر میں انقلابِ نو پیدا کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ یہی انقلابِ نو، وہ طاقت اور وجدانی زور بن جاتا ہے جو ہر شہ زور کو چت کرنے کے لیے کافی ہے۔ اسی سے جہانِ تازہ کی نمود ہوتی ہے اور جہانِ تازہ میں کلمہ حق کی سربلندی کا فریضہ بندہ مومن سرانجام دیتا ہے۔ اقبالؒ نے اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے اپنے افکار کو ایک منظم و مربوط فلسفے کی شکل میں پرویا۔ کلمہ حق کی سربلندی اور اس کی تبلیغ و ترویج کے لیے جو تقاضے ہیں، دیکھنا یہ ہے کہ علامہ اقبال نے انھیں کس درجہ کمال سے پورا کیا: ہے۔ اعلائے کلمۃ اللہ کی تکمیل کے تقاضوں میں سے چند ایک یہ ہیں

۱۔ جہدِ مسلسل اور جہاد

۲۔ مصائب و آلام پر صبر

۳۔ ناقابلِ شکست حوصلہ

۴۔ پہاڑ جیسی استقامت

۵۔ بے باکی

۶۔ برداشت اور تحمل

۷۔ جذبہ ایثار

۸۔ فکری تشکیلات

اعلائے کلمۃ اللہ اور احیائے اسلام مختصر جد وجہد نہیں بلکہ ایک طویل، استمراری اور نا مختتم جد وجہد کا نام ہے اور ایک نسل کے بعد دوسری نسل اسے آگے بڑھاتی ہے۔ بر صغیر میں یہ اعلائے کلمۃ اللہ کی جہدِ مسلسل حضرت شیخ احمد سرہندیؒ سے لے کر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ تک اور پھر سید احمد بریلوی شہیدؒ سے لے کر علامہ اقبالؒ تک کئی صدیوں پر محیط ہے۔ اس جہدِ مسلسل میں رزمِ گاہِ حق و باطل میں حق کی سربلندی کے لیے باطل کے خلاف لاکھوں شارات الاسلام کی جانیں قربان ہوئیں اور مجتہدینِ اسلام نے اپنے زمانے کے لوگوں میں اعلائے کلمۃ اللہ کا شعور پھیلایا۔ اعلائے کلمۃ اللہ کہیں علمی، کہیں تبلیغی اور کہیں جہاد بالسیف کی صورت میں نمودار ہوا، لیکن علامہ اقبال وہ واحد مجتہدِ اسلام ہیں جنھوں نے علمی، عملی، حرکی اور عمرانی وسیاسی سطوح پر اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے امتِ مسلمہ کو نئی اسلامی تشکیلات سے سرفراز کیا۔ ان کے ہاں جہدِ مسلسل کا پیغام بھی ہے اور جہاد فی سبیل اللہ کا ولولہ انگیز بیان بھی ہے۔ ان کا کلام اعلائے کلمۃ اللہ کے اولین تقاضے کو حد درجہ کمال کے ساتھ پورا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سلطان ٹیپو جیسا جری اور شجاع کردار ان کا نورِ نظر اور مثالی کردار ٹھہرتا ہے۔ سلطان ٹیپو پیکرِ شجاعت کے لیے ضرب المثل ہیں اور اقبال نے "سلطان ٹیپو کی وصیت" میں ان کے خیالات کو اس طرح بیان کیا ہے۔ علامہ نے جس ضربِ کلیمی سے اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے آواز بلند کی، اس راستے کا اختتام کہیں نہیں ہوتا کیونکہ یہ راستہ شوق کا ہے جس کا رہ نورد منزل قبول کر ہی نہیں سکتا۔ منزل پر قیام کا مطلب تحرک و عمل کی سطح پر جمود ہے اور جمود رہ نوردِ شوق کے لیے موت ہے۔ بندہ مومن وہ رہ نوردِ شوق ہے جس کی منزل ستاروں سے آگے ہے اور یہ کائنات سے زیادہ وسیع حوصلوں کا حامل ہے:

تو رہ نوردِ شوق ہے منزل نہ کر قبول

لیلیٰ بھی ہم نشیں ہو تو محمل نہ کر قبول

اے جوئے آب بڑھ کے ہو دریائے تُند و تیز

ساحل تجھے عطا ہو تو ساحل نہ کر قبول (۲)

اقبال نام ہے ضمیرِ فطرت کی للکار کا، اقبال نام ہے نفیرِ فطرت کی شوریدگی کا اور اقبال نام ہے مجلہ شہدوں میں کائنات کی حرکی توانائی کو مجتمع کر کے پہاڑ جیسے حوصلے پیدا کرنے والے مردِ قلندر کا جو اعلائے کلمۃ اللہ کا امین بھی ہے اور وارث بھی۔ گفتارِ

دلبرانہ، کردارِ قاہرانہ اور جذبِ قلندرانہ سے متصف ہونے کا درس دینے والا کس طرح سے نیند کے گراں عتاب اوڑھ کر شبستانِ سکینیت کو قبول کر سکتا ہے۔ اس کے بجائے وہ دمام دم رواں ہے اور شبستان وجود کی قبا کو چاک کرتے ہوئے زمانِ استمرار کے مثل ہستی کے بیکراں بحر میں غوطہ زن ہے۔ اقبال اسی حرکت کے اصول کا قائل ہے جو کلمۃ الحق کے سر فرازی میں جہد مسلسل سے حرکی انسلاکات قائم کرتا ہے:

دما دم رواں ہے یمِ زندگی
ہر اک شے سے پیدا رمِ زندگی
اسی سے ہوئی ہے بدن کی نمود
کہ شعلے میں پوشیدہ ہے موجِ دُود(۳)

اسی نظم میں آگے چل کر جہدِ مسلسل کے اصول کی کار فرمائی کا اغلب رنگ کائنات و مظاہرِ کائنات میں اقبالؒ یوں دکھلاتے ہے:

ٹھہرتا نہیں کاروانِ وجود
کہ ہر لحظہ ہے تازہ شانِ وجود
سمجھتا ہے تو راز ہے زندگی
فقط ذوقِ پرواز ہے زندگی (۴)

ہر نقش حیات ابھر ابھر کے مٹتا ہے اور مٹ مٹ کر ابھرتا ہے کیونکہ ازل سے ابد تک رمِ یک نفس کے مانند حیات رواں دواں ہے اور منزل آشنا نہیں ہے، اسی کا نام جہدِ مسلسل ہے جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے ہمہ وقت، ہر دم اور بہ ہر صورت جاری رہتی ہے۔ اقبال نے جہدِ مسلسل کا پیغام دیا اور کہا کہ اعلائے کلمۃ الحق کے لیے جد و جہد کرنے والا کسی وسیلے کا محتاج نہیں، کشتی و ملاح کا محتاج نہیں اور ایام کا مرکب نہیں بلکہ راکب ہے:

میں کشتی و ملاح کا محتاج نہ ہوں گا
چڑھتا ہوا دریا ہے اگر تو تو اتر جا (۵)

ایک اور جگہ وہ اس کا اظہار کچھ اس طرح سے کر رہے ہیں

بچتے نہیں کنجشک و حمام اس کی نظر میں
جبرئیل و اسرافیل کا صیاد ہے مومن(۶)

اقبالؒ ایسے رہنمائے عالمِ اسلام کی تلاش میں ہے جو کلمۃ الحق بلند کرے تو ایوانِ افکارِ عالم کے در و دیوار متزلزل ہو جائیں اور اس کی جہد کے سامنے سب ہیچ ہوں، نہ کہ ایسے تصورِ مہدی زماں سے فکری الحاقات قائم کریں کہ جو ظالم کے ظلم کے خلاف بغاوت کرنے کے بجائے مسیحا کے آنے کا منتظر کر دے۔

دنیا کو ہے اُس مہدی بر حق کی ضرورت
ہو جس کی نگہ زلزلہ عالمِ افکار(۷)

یعنی دنیائے اسلام کو ایسے رہنما کی ضرورت ہے جو عالمِ افکار میں ایک نیا ولولہ پیدا کر دے اور جہانِ کہن میں افکارِ تازہ سے نمودِ صبح کا سامان کر دے۔ ایسا مہدئ بر حق جو کلمہء حق کی سربلندی کے لیے جہدِ مسلسل کی تلقین کرتا ہو اور اسی سے سارے مسائل کا حل تلاش کرے، علامہ اسی مردِ قلندر سے جہانِ تازہ کو خلق کرنے کی بات کرتے ہیں۔ اعلائے کلمۃ اللہ کا دوسرا قضیہ مصائب و آلام پر صبر کرنا ہے جبکہ تیسرا قضیہ ناقابلِ شکست حوصلہ اور عزمِ صمیم ہے جس کے ذریعے سے انسان ہر طرح کی مشکلات کو سر کر جاتا ہے۔ علامہ اقبال نے صبر و تحمل اور عزمِ صمیم کے پیکر حضرت بلال حبشیؓ کے کردار کو پیش کیا ہے جو صبر و تحمل کا کوہِ وقار ہے۔ جنابِ بلال حبشیؓ پر مصائب و آلام اور کرب و ابتلا کے پہاڑ توڑ دیے گئے لیکن انھوں نے کلمۃ اللہ کو زبان سے جاری رکھا اور کفار کے مظالم کے خلاف حق کی آواز بلند کرنے پر ڈٹے رہے۔ علامہ اقبال نے حضرت بلالؓ کے کردار کو صبر و تحمل کے حوالے سے ایک مثالی کردار کے طور پر پیش کیا ہے اور صبر کے کوہِ گراں کے طور پر ان کے کردار میں، ناقابلِ شکست حوصلہ، عشق اور جذب و مستی اور کم و کیفِ حبِ رسول اللہ کو بیان کیا ہے اور یوں خراجِ تحسین پیش کیا ہے:

چمک اٹھا جو ستارہ ترے مقدر کا
حبش سے تجھ کو اٹھا کر حجاز میں لایا
ہوئی اسی سے ترے غم کدے کی آبادی
تری غلامی کے صدقے ہزار آزادی(۸)

جہاد فی سبیل اللہ پر علامہ اقبال کا موقف بڑا واضح ہے۔ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے اور ظلم و استبداد کی طاغوتی قوتوں کی بیخ کنی کے لیے اسلام جہاد کی دعوت دیتا ہے۔ جہاد فی سبیل کا حکم قرآنِ حکیم میں اللہ تعالیٰ نے جا بجا دیا ہے۔ اسلام نے جہاد کو زندگی قرار دیا ہے اور علامہ اقبال نے اسی تصور کو جہد للبقا کے لیے استعمال کیا ہے۔ یہ اشعار اسی امر کے غماز ہیں:

خدائے لم یزل کا دست قدرت تو، زبان تو ہے
یقین پیدا کر اے غافل کہ مغلوب گماں تو ہے

پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی

ستارے جس کی گردِ راہ ہوں، وہ کارواں تو ہے (۹)

استقامت اور بے باکی ایسی صفات ہیں کہ ان سے اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جدوجہد کرنے والا متصف ہو اور راہِ حق میں آنی والی ہر اذیت، پریشانی اور مصیبت کا فرازانہ وار مقابلہ کرے۔ انھی صفات کے ساتھ جب جذبہ ایثار ملتا ہے تو اعلائے کلمۃ الحق کا منہجِ فکر و عمل مکمل ہو جاتا ہے۔ یہ تزکیہ نفس کی وہ کیفیت ہے جہاں جان کی قربانی محض جوع الارض اور مالِ غنیمت کا حصول نہیں ہوتا بلکہ اس کا مقصود کتاب و سنت کے گہرے ادراک کے ساتھ اللہ کے دین کو پوری کائنات میں وسیع کرنا بن جاتا ہے۔ اقبال کے یہ اشعار اسی جوش و جذبے اور کم و کیف کے نمائندہ ہیں:

یہ غازی یہ تیرے پُراسرار بندے

جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی

دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا

سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی (۱۰)

اعلائے کلمۃ الحق کی فکری تشکیلات کے پیچھے اقبال کا یہ تصور کار فرما ہے کہ تمام روئے زمین جیسا کہ حدیثِ رسولؐ میں ہے کہ مسجد کی طرح پاکیزہ ہے تو پھر یہاں کسی ناپاک اور نجس آدمی کا قبضہ یا غلبہ قابلِ قبول نہیں ہو سکتا۔ اسی مقصد کی وجہ سے امتِ مسلمہ پر جہاد فرض ہے تاکہ باطل کے مظلمے مٹ جائیں۔ اس کا بہترین نقشہ جنابِ رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ سے ملتا ہے۔

گویا اعلائے کلمۃ الحق اسلام کا بنیادی فریضہ ہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے احکام کی صورت میں بھی قرآن مجید میں درج ہے۔ علامہ اقبال تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ کے داعی اور مفکر تھے اور انھوں نے جہد للبقائے امتِ مسلمہ کے لیے جو جدید فکری تشکیلات وضع کی ہیں، ان میں کلمۃ اللہ کی سربلندی ان کے نظامِ فکر کا مرکز و محور ہے۔ اقبال اس بات سے بخوبی آگاہ تھے کہ یہ دین زمان و مکان کی قید سے آزاد ہے اور تمام نوعِ انسانی کی رہنمائی کا سامان اس میں موجود ہے لہٰذا اقبال نے اپنے کلام کے ذریعے اعلائے کلمۃ الحق کا فریضہ انجام دیا۔ ان کے کلام میں جہدِ مسلسل کا بیان اعلائے کلمۃ الحق کا بنیادی تقاضا ہے کیوں کہ دینِ حق کی سربلندی وقتی کوشش سے نہیں بل کہ مسلسل جدوجہد سے ہی ممکن ہو سکتی ہے۔ انھوں نے بحیثیت ایک مردِ مومن کے اپنے کلام کے ذریعے اعلائے کلمۃ اللہ کا فریضہ انجام دیا۔ المختصر اقبال کا کلام بعینہ حق کا پیغام ہے۔

حوالہ جات

۱۔ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم، فکرِ اقبال، مشتاق بک کارنر، لاہور، ۵۱۰۲ء، ص ۴۰۱

۲۔علامہ محمد اقبالؒ، کلیاتِ اقبال اردو، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۴۱۰۲ء، ص ۶۸۵

۳۔ایضاً ، ص ۳۵۴

۴۔ایضاً ، ص ۴۵۴

۵۔ایضاً ، ص ۴۵۵

۶۔ایضاً ، ص ۸۵۵

۷۔ایضاً ، ص ۷۵۵

۸۔ایضاً ، ص ۷۶۲

۹۔ایضاً ، ص ۳۷۶

۱۰۔ایضاً ، ص ۹۸۲